بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرن چوہدری نے یہ ناول (محبت فرض ہے تم پہ) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (محبت فرض ہے تم پہ) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

نیلم کی طبعیت ابھی بھی نہیں سنبھلی تھی، رشی نے ٹائم دیکھا تو دن کے دس بج رہے تھے۔

"مجھے جنگل میں کچھ کھانے کو ڈھونڈھ لینا چاہیے۔ "

رشی نے بیگ میں سے چاقو نکالا اور دائیں جانب بڑھ گئی۔

وہ دوقدم آگے بڑھتی اور پیچھے مڑ کے دیکھ لیتی۔

کافی دور آجانے کے بعد بھی اسے کچھ نا ملا تو اپنے ہی پیروں کے نشان پہ پیر رکھتی وہ واپس آگئی۔

چمکتی ہوئی دھوپ جو چھن سے نیچے آرہی تھی جنگل میں حبس پیدا کر رہی تھی، جنگل کا ماحول بھی عجیب تھا، کبھی انتہائی حبس زدہ تو کبھی سرد ہو جاتا۔

نیلم اٹھ بیٹھی۔

"کیسی طبعیت ہے اب۔۔۔ "

رشی جو سہارے کے لیے ڈنڈے کے نوکیں تیز کر رہی تھی۔

"گھبراہٹ ہو رہی ہے بہت۔۔۔۔۔ "

نیلم شرٹ کے اوپری بٹن کھول کو گہرے سانس لینے لگی۔

"پانی پی لو۔۔۔۔حبس بڑھ رہا ہے۔۔۔۔ہمیں یہاں سے جانا ہو گا۔ "

رشی نے اسکی طرف دیکھا۔

"لیفٹیننٹ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ "

نیلم سر تھامے بولی۔

"پاس میں ندی ہے۔۔۔نہا لو تھوڑا فریش فیل کرو گی۔ "

رشی نے مشورہ دیا۔

نیلم اس بستر پر سے اتری اور اسے کھول کے بیگ میں رکھ لیا۔

"اپنا بیگ مجھے دے دو۔ "

رشی نے بیگ لینا چاہا۔

"نہیں۔۔۔اٹس اوکے۔ "

نیلم نے منع کر دیا۔

"جب طبعیت ٹھیک ہو جائے تو میرا بھی پکڑ لینا۔۔۔۔ "

رشی ہنستے ہوئے بولی۔

"ہمیں انجوائے کرتے ہوئے جنگل پار کرنا چاہیے۔۔۔مصیبت سمجھ کے ہم اسے مزید خوفناک بنا رہی ہیں۔"

رشی نے کہا۔

"انجوائے۔۔۔۔۔درخت دیکھو کتنے لمبے ہیں ۔۔۔اتنے تو چار منزلہ گھر ہوتے ہیں، جھاڑیاں دیکھو یار اور جانور اتنے زہریلے ۔۔۔یہاں کیا خاک انجوائے کریں گے۔"

نیلم جھرجھری لیتے ہوئے بولی۔

"یہ سب نا ہو تو جنگل ، جنگل لگے گا بے وقوف۔ "

رشی ہنسی۔

دونوں ندی کنارے پہنچ گ ئی یں۔

"ندی کے اندر مت اترنا، اندر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ "

رشی نے اسے محتاط کیا۔

"پانی کی بوتل بھر بھر کے نہا لو۔۔۔۔۔ "

رشی نے مشورہ دیا اور بوتل کا اوپری حصہ کاٹ دیا۔

نیلم محتاط سی ندی کے پاس پتھر کی جانب بڑھی۔

"میں دیکھتی ہوں تم جلدی سے نہاؤ۔۔۔ "

رشی نے تیز نوک والا ڈنڈا اور چاقو پکڑ لیا۔

نیلم جلدی جلدی نہا رہی تھی۔

"سکون مل گیا۔۔۔ "

نیلم پتھر سے اتر کے جنگل کی طرف آگ ئی۔

رشی بھی اسکے پیچھے آگ ئی۔

"ہمیں ندی پار کرنی ہو گی۔ "

رشی نے کہا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ندی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔۔۔یہی ہمیں جنگل سے نکال سکتی ہے۔"

نیلم نے کہا۔

"کیا زبردست ہتھیار بنائے ہیں تم نے۔"

نیلم ڈنڈے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

دونوں ندی کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔

"اوہ کتنے چھوٹے بندر ہیں۔"

نیلم۔بندر دیکھ چلائی۔

"جب تم سو رہی تھی، تمہارے اوپر کھیل رہے تھے۔"

رشی ہنستے ہوئے بولی۔

"ہمیں کچھ کھانے کو ڈھونڈھنا چاہیے۔۔۔۔ورنہ چلنا مشکل ہو جائے گا۔"

رشی پریشانی سے بولی۔

"ہاں یہ تو ہے۔"

نیلم نے اثبات میں سر ہلایا۔

آگے گھنی جھاڑیاں آگئی تھیں۔

"اف یار۔۔۔۔۔۔کہاں پھنس گیے۔۔"

دونوں بری طرح بیل نما جھاڑی میں الجھ گئی یں تھیں۔

"چاقو نکال کے کاٹو انہیں۔ "

رشی خود پھنس گ ئی تھی۔

"تم نکالو میرے بیگ سے۔۔۔ "

رشی نے ہاتھ بڑھا کے اسکے بیگ سے چاقو نکالا اور بیل کاٹنے لگی۔

"یہ تو کٹ ہی نہیں رہی۔۔۔۔ "

رشی تھک کے بولی۔

"ہاتھوں سے کام لینا ہو گا۔ "

دونوں نے زور زور سے بیل کھینچی اور ڈھیلی ہوئی تو دونوں بمشکل اس جھنڈ سے نکلیں۔

ندی کے پانی میں چلنا ہوگا یا اس جھنڈ میں گھس کے ہاتھا پائی کرنی ہوگی۔"

نیلم تھک کے بولی۔

میں تو نہیں جاؤں گی ندی میں۔۔۔۔مجھے ڈر لگتا ہے پانی کے جانوروں سے۔"

رشی نے صاف انکار کردیا۔

"ایک ہی حل ہے کہنیوں کے بل نکل سکتے ہیں۔۔۔۔ "

رشی نے کہا۔

"پتوں کے نیچے بچھو ہو سکتے ہیں چیونٹاں اور کیڑے ہو سکتے ہیں۔۔۔ "

نیلم نے کہا۔

دونوں گھستی گھساتی جھنڈ میں بیلیں ڈھیلی کرتی نکلنے لگیں۔ "

"رشی پھل مل گیے۔۔۔۔ "

نیلم آگے آگے تھی۔

"چلو پھر اٹھاؤ۔۔۔۔زہریلے نا ہوں۔ "

رشی اسکے قریب آئی۔

نیلم وہیں بیٹھ گ ئی۔ "

لیموں کی طرح کا وہ پھل کاٹا اندر سے سفید گودا نکلا۔

نیلم نے ہلکاسا چکھا۔

"مزے کا لگ رہا ہے۔۔۔۔ "

نیلم نے تھوڑا اور چکھا۔

رشی نے جھک کے ایک اور اٹھایا اور کاٹ کے منہ میں ڈالا۔ "

"لگ تو ٹھیک رہا ہے۔۔۔۔ناشپاتی جیسا ٹیسٹ ہے۔ "

رشی کھاتے ہوئے بولی۔

" پیٹ بھر کے کھاتے ہیں "

نیلم اٹھاتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ہم کافی دنوں سے بھوک رکھ رہے ہیں تو ابھی، اتنا ہی کھاؤ۔۔۔۔زیادہ کھانا بیمار کر سکتا ہے۔"

رشی نے کہا۔

نیلم نے اٹھا کے بیگ میں ڈال لیے۔

انہیں اس جھنڈ سے نکلتے دوپہر ہو گ ئی۔

پانی کے ساتھ ساتھ چلتے وہ عجیب طرح کے درختوں کے پاس آگ ئی یں جن کے نیچے پانی تھا اور جڑیں پائپ کی طرح اوپر بڑھیں ہوئی یں تھیں۔

"بیلیں کھینچ کھینچ میرے تو ہاتھ چھل گیے ہیں رشی۔"

نیلم ہاتھ دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ تھوڑا سا خطہ ایسا ہے آگے پھر سوکھا جنگل ہے شائد۔"

نیلم نے اندازہ لگایا۔

"نا ہوا تو برا پھنسیں گے۔"

رشی پانی میں ڈرتے ہوئے اتری اور درخت کا تنا پکڑ کے پیر جمائے اور اوپر چڑھ گ ئی، نیلم نے بھی اسکی تقلید کی۔

"زندگی کی خوبصورتی محبت میں قید ہے نا شاہ۔"

زیب ساحل پر اسکے ہم قدم چل رہی تھی۔

"اور اگر زندگی حسین و جمیل ہو تو کیا ہی بات ہے۔ "

شاہنواز کا اشارہ زیب کی طرف تھا۔

"شادی کی بات کہاں تک پہنچی، ماما پوچھ رہیں تھیں اور میں بھی نیکسٹ سنڈے تک واپس چلی جاؤں گی۔"

زیب نے اسکے چہرے پر نظریں جمائیں اور رک گئی۔

"بابا نہیں مان رہے زیب۔"

شاہنواز پریشانی سے بولا۔

"کیا مطلب نہیں مان رہے۔۔۔؟"

زیب کو حیرت ہوئی۔

"میں کوشش کر رہا ہوں انہیں منانے کی، آپ ٹینشن نا لیں۔"

شاہنواز نے اسے کندھوں سے تھام کر محبت سے لبریز لہجے میں مسکرا کر کہا۔

"آؤ لنچ کرتے ہیں پھر آپ کے لیے ایک سرپرائز ہے۔"

شاہنواز نے کہا۔

دونوں دھیرے دھیرے چلتے ہوٹل کی طرف بڑھ گیے۔

New Era Magazine

وہ دھیرے دھیرے چلتی دروازے تک آئی،گھر کی ابتر حالت دیکھ اسے شدید دکھ ہوا۔

لان میں بنے بینچز کو دیکھ وقت نے پلٹ کر ماضی کی یادیں دکھلا دیں۔

"یہ تمہارے نانا ابو نے بنایا تھا۔ "

ماں کی آواز اسکے سماعت سے ٹکرائی۔

"آپ اریش کو کیوں نہیں لاتی اس گھر میں۔ "

امت النسا بینچ پر بیٹھی ماں کو لان صاف کرتے دیکھ رہی تھی۔

"وہ اس قابل نہیں ہے، اسے کبھی مت بتانا۔ "

ماں نے رک کر کہا، دکھ کا سایہ ان کے چہرے پر آکر رک سا گیا۔

"مجھے یقین نہیں ہوتا ، وہ آپ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے۔ "

امت النسا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسے نہیں کہتے وہ تھوڑا ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔ "

ماں مدھم لہجے میں بولیں تو وہ چپ ہو گئی۔

امت النسا ہوش میں آئی تو خود کو گھر کے دروازے پر پایا۔

دھیرے دھیرے چلتی گھر کی بیک سائڈ پہ آئی اور سوئچ آن کیے۔

واپس آکر دروازے کے سائڈ پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھل گیا۔

آج پہلی دفع وہ اکیلی اور ہمیشہ کے لیے آئی تھی۔

"مام آئی مس یو سو مچ۔ "

وہ صحن کے وسط میں بیٹھ گ ئی۔

"آپ کی بیٹی بہت اکیلی ہو گ ئی ہے مام۔ "

دکھ سے چلائی تھی۔

تنہائی اُسے سیاہ ناگ کی طرح ڈستی ہے جس کا کوئی اپنا نا ہو۔

"منہا میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اشعر نے میسیج ٹائپ کیا اور سینڈ کر دیا۔

کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ جھولنے لگا۔

مضطرب سا بار بار موبائل کی سکرین دیکھتا۔

"تم کبھی نہیں بدلو گی۔ "

دوسرا میسیج سینڈ کیا اور کوٹ پہنتا آفس سے نکل آیا۔

گاڑی سڑک پر فراٹے بھرتی سفر کم کرتی جا رہی تھی۔

گلی میں گاڑی روکی اور لاک کے دروازہ ناک کرنے لگا۔

"اشعر بھائی آپ۔ "

عمیر مسکرایا۔

"کیسے ہو پرنس۔ "

اشعر اسکے گلے لگا۔

"آلویز فٹ اینڈ ہیپی۔ "

عمیر مسکرایا اور اسے اندر لے آیا۔

"مما دیکھیں تو کون آیا۔ "

عمیر ماں سے مخاطب ہوا۔

"میرا بچہ کیسا ہے۔ "

زرینہ والہانہ انداز میں اس کی پیشانی چومنے لگیں۔

"میں ٹھیک ہوں پھوپھو آپ کیسی ہیں۔ "

اشعر ان کے ساتھ تخت پر بیٹھ گیا۔

"منہا سے بولو چائے بنائے، میرا بیٹا اتنے دنوں بعد آیا ہے۔ "

زرینہ پیار سے اشعر کو دیکھتے ہوئے عمیر سے مخاطب ہوئیں۔

"جی امی۔ "

عمیر اندر چلا گیا۔

منہا نے چپ چاپ چائے بنائی اور لوازمات سے سجی ٹرے اسکے آگے رکھ کے کمرے میں آگئی۔

"اسکا منہ کیوں بنا ہوا ہے۔ "

اشعر نے جان بوجھ کے چھیڑا۔

منہا نے مڑنا یا رکنا بھی گوارا نہیں کیا۔

کافی دیر باتیں کرنے کے بعد زرینہ نماز پڑھنے کے لیے اٹھ گ ئی یں اور اشعر موقع غنیمت جان کر منہا کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ "

منہا غصے سے بولی۔

"تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ "

اشعر سنجیدگی سے بولا اور خود ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"مجھے کسی سے خاص کر تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ "

منہا درشتی سے بولی۔

"تم اب بھی مجھ سے ہی خفا ہو منہا، اچھی طرح جانتی ہوساری بات۔ "

اشعر اس بار پھر سے اسکےسامنے دست سوال تھا۔

"تمہاری ایک غلطی نے مجھے مشکوک بنا دیا۔ "

منہا دانت پیس کے بولی۔

"عاصم کل آیا تھا میرے پاس پوچھنے اس دن کی بات۔ "

اشعر نے بتایا تو منہا کی پیشانی کے بلوں میں اضا فہ ہوا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم بھی اور وہ بھی۔ "

منہا سختی سے چبا چبا کر بولتی کمرے سے نکل کے چھت پہ چلی گ ئی۔

اشعر چپ چاپ واپس لوٹ گیا۔

منہا گہری سانس لیے جھولے پر ٹک گ ئی، دل و دماغ اس رات پر جا اٹکے جس نے زندگی کی رُت ہی بدل ڈالی۔

اسکے بابا کی میت صحن میں پڑی تھی، وہ دیوانہ وار انہیں اٹھنے کی کوشش میں تھی، وہ قطعاً خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔

"منہا حوصلہ رکھو، رونے سے انکی تکلیف اور بڑھے گی۔ "

اشعر نے اسے حوصلہ دیا، جبکہ دور بیٹھی دو آنکھوں میں شیطانیت چمکی۔

جنازے کا وقت آیا اور جنازہ لے کر چلے گیے، منہا روتی پیٹتی رہ گ ئی۔

صبح سے رونے کی وجہ سے اسے تیز بخار نے آلیا۔

زرینہ اسے کمرے میں لے گ ئیں، دوا دی اور سلا دیا۔

"منہا۔ "

اسکی آنکھ عاصم کی دھاڑ پہ کھلی۔

منہا ہڑ بڑا کے اٹھی، سر ابھی تک گھوم رہا تھا۔

"کیا ہوا عاصم۔ "

منہا سر دباتے ہوئے بولی۔

"یہ تو تم بتاؤ کہ یہ کیا ہو رہا ہے، میں نے تمہیں اس سے بات کرنے سے منع کیا تھا اور تم اسکے بازو پہ سر رکھ کے سو رہی ہو۔"

عاصم چیخ رہا تھا۔

منیا نے گردن گھمائی تو اشعر بےفکر سو رہا تھا۔

منہا کرنٹ کھا کے اٹھی۔

"مجھے نہیں پتہ یہ کب آیا عاصم، میرا یقین کریں۔"

منہا کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔

عاصم کا ہاتھ اٹھ گیا۔

شور کی آواز پر سب دوڑے چلے آئے۔

"کیا ہوا عاصم بیٹا۔"

زرینہ بیگم گھبرائی ہوئی سی بولیں۔

"یہ بات اپنی لاڈلی سے پوچھیں، کس چیز کی کمی دی ہم نے جو یوں ہماری عزت نیلام کر رہی ہے، چاچو کو گے ابھی ایک دن بھی نہیں ہوا، یہ اپنی حدیں بھول گ ئی۔"

عاصم چیخ کے بولا۔

"امی مجھے نہیں پتہ۔"

منہا روتے ہوئے ماں کے گلے لگ گ ئی۔

اشعر کی آنکھ کھلی تو اتنے لوگ کمرے میں دیکھ کر گھبرا گیا۔

"تمہاری اتنی جرأت تم میری منہا کے کمرے میں آئے۔ "

عاصم نے اسے گریبان سے پکڑا اور تھپڑ مارنے لگا۔

"عاصم بیٹا چھوڑو اسے۔ "

حائقہ بیچ میں آئی یں۔

"میں قتل کر دوں گا اسکا۔ "

عاصم ہزیانی انداز میں چلایا۔

"جب اپنے گھر کی لڑکیاں خراب ہوں تو دوسروں پر گرجنے کا فائدہ۔ "

حائقہ بیگم شعلہ بار نظروں سے منہا کو گھور رہیں تھیں۔

منہا گال پہ ہاتھ رکھے نفی میں سرہلا رہی تھی۔

عاصم نے منہا کا بازو پکڑا اور دوسرے کمرے میں لے گیا۔

"عاصم میرا یقین کرو۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ وہ کب آیا کیوں آیا۔ "

منہا روتے ہوئے بولی۔

"بکواس بند کرو منہا۔ "

عاصم چیخا۔

منہا سہم کے پیچھے ہو گئی۔

"کس چیز کی کمی تھی مجھ میں جو تم نے میری محبت کو چھوڑ اشعر کو چن لیا۔"

عاصم سرخ آنکھیں لیے بولا۔

"عاصم پلیز میرا یقین کرو۔"

منہا اسکے پیروں میں گر گ ئی۔

"تمہیں اپنی آنکھوں سے اسکی باہوں میں دیکھا ہے میں نے۔"

عاصم اسے دھتکارتے ہوئے بولا۔

"عاصم منہا بے قصور ہے۔"

اشعر اندر داخل ہوا۔

"تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"عاصم اسے دھکے دینے لگا۔

"عاصم میری بات تو سنو۔"

اشعر بول رہا تھا۔

"آج کے بعد ادھر کا رخ کیا تو زندہ گاڑھ دوں گا۔"

عاصم وارن کرتے ہوئے بولا اور گیٹ بند کیے اندر آگیا۔

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا اسکے کرتوتوں کا۔"

حائقہ بیگم عاصم کے کان بھرنے میں مصروف تھیں۔

عاصم غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چھوڑ دو اس بدکردار کو، لڑکیاں بہت مل جائیں گی عاصم۔ "

وہ بھڑکتی آگ پر مزید تیل ڈال رہیں تھیں۔

"نکالو اس گھر سے انہیں، اب ان کا کوئی تعلق نہیں،یہ گھر ہمارا ہے۔ "

حائقہ بیگم کہہ رہیں تھیں۔

عاصم غیظ و غضب سے منہا کے کمرے کی طرف بڑھا۔

اپنا سامان پیک کرو اور نکلو ہمارے گھر سے، تم لوگوں کا تعلق اب ہم "

"سے ختم ہو گیا۔

عاصم نے کہا تو منہا کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

"عاصم۔ "

منہا بول نہیں پا رہی تھی۔

"کل تک کا وقت ہے ورنہ سامان اٹھا کے گلی میں پھینک دوں گا۔ "

عاصم انتہائی بیگانگی سے بول رہا تھا۔

"ہم کہاں جائیں گے۔ "

زرینہ بیگم بولیں۔

میری بلا سے بھاڑ میں جائیں۔۔۔۔میں کسی بدکردار ، بد چلن کو اپنے گھر "

میں پناہ نہیں دے سکتا۔"۔عاصم زہر اگلتا باہر نکل گیا۔

منہا صوفے پر ڈھے سی گ ئی۔

"ہیلو میجر۔ "

کرنل صاحب مسکرائے۔

میجر کیٹ کی نظروں میں پہچان کی رمق ابھری۔

"کیسی طبعیت ہے اب۔ "

کرنل صاحب پوچھ رہے تھے۔

میجر کیٹ کے سر میں عجیب سا درد ہونے لگا تھا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں آرہا پر آپ کو کہیں دیکھا ضرور ہے۔ "

میجر کیٹ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم آرمی میں میجر ہو اور میں کرنل۔ "

کرنل صاحب بولے۔

"یاد کرنے کی کوشش کرو۔ "

کرنل صاحب نے اسکے سر پر دست شفقت رکھا اور روم سے نکل آئے۔

"آپ انہیں ڈسچارج کر دیں۔ "

کرنل صاحب نے آرڈر دیا اور خفیہ طریقے سے میجر کیٹ کو ہاسپٹل سے نکال کر ہیڈ آفس لے آئے۔

New Era Magazine

"یہاں انہیں یاد آجائے گا سب دیکھ کر۔ "

کرنل سر اسے دور سے دیکھتے ہوئے بولے۔

میجر کیٹ ہر جگہ بغور دیکھ رہی تھی۔

ارمان مکمل صحت یاب ہو چکا تھا۔

اُس نے چھٹی کینسل کی اور ڈیوٹی پر پہنچ گیا۔

"سر میجر ارمان از آن ڈیوٹی۔"

سلیوٹ کرتا وہ کرنل صاحب کے کمانڈ کا منتظر تھا۔

"یہ تمہارا مشن رہا، گو اینڈ ڈو اٹ ونس۔"

کرنل صاحب نے کہا تو ارمان سلیوٹ کرتا نکل گیا۔

مشن دیکھ وہ مسکرایا اور نکل گیا۔

جنگل کے اس علاقے کو پار کرتے انہیں دو دن لگ گیے تھے۔

جنگل کی سوکھی زمین تک پہنچتیں وہ بری طرح گھائل ہو گئیں تھیں۔

ہم پانی کے زریعے نکل جاتے ہیں، مجھ میں چلنے کی اور ہمت نہیں ہے "

"اب۔

نیلم نے کہا۔

سوکھی لکڑیاں اکھٹی کی اور بانس کی چھال سے باندھ کر تختہ نما کشتی سی بنائی۔

رشی اسکی کارکردگی دیکھتی رہی۔

"چلو آؤ۔ "

نیلم نے کہا اور دونوں نے وہ لکڑیوں کی کشتی پانی میں اتاری۔

لکڑیاں سوکھی ہونے کی وجہ سے تیرنے لگیں تھیں۔

دونوں اوپر چڑھ گئیں۔

نیلم ڈنڈے کی مدد سے اسے کنڑول کرنے کی کوشش میں تھی جبکہ پانی کا تیز بہاؤ انہیں بہائے لے جا رہا تھا۔

"مزہ آرہا ہے نا۔ "

نیلم بازو کھولتے ہوئے بولی۔

"میری جان نکل رہی ہے، پانی سے بہت ڈر لگتا ہے مجھے۔ "

رشی آنکھیں میچ رہی تھی۔

"لیفٹیننٹ اتنی بہادر ہیں اور پانی سے ڈرتی ہیں۔ "

نیلم ہنسی۔

"پانی تیز ہوتا جارہا ہے، ہم بلکل درمیان میں آگیے ہیں۔ "

نیلم نے اطراف میں دیکھا۔

"جو بھی کرو اب نکلو اس مصیبت سے۔ "

رشی نے دیکھا کہ ندی کا پھیلاؤ بڑھتا جا رہا تھا اور بہاؤ بھی بہت تیز ہو گیا تھا۔

زور کی لہر نے انہیں اس کشتی نما لکڑیوں سے نیچے پھینک دیا۔

"آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھو۔ "

نیلم نے کہا اور ترچھے انداز میں تیرنے لگیں۔

"میرے ہاتھ پیر سن ہو رہے ہیں۔"

رشی بمشکل تیر رہی تھی۔

"ہاں! پانی بہت ٹھنڈا ہے۔ "

نیلم اس سے آگے تھی۔

ایک زور دار لہر آئی اور لیفٹیننٹ رشی پانی میں ڈوب گئی۔

نیلم نے رشی کو خاموش پا کر پیچھے دیکھا تو رشی غائب تھی۔

"لیفٹیننٹ رشیکا۔ "

نیلم چلائی۔

زور دار لہر نے اسے بھی لڑکھڑا دیا، پر وہ سنبھلی اور ڈوبتے دل کے ساتھ پانی میں اسے تلاش کرنے لگی۔

"رشیکا۔ "

نیلم حلق کے بل چلائی۔

پانی بہت ٹھنڈا تھا، نیلم کی ہمت جواب دینے لگی تھی، سکڑتے دل کے ساتھ وہ روتی ہوئی کنارے کی طرف بڑھی۔

کنارے تک آتے وہ بری طرح تھک گئی تھی، جسم پر لگی چوٹوں سے ٹیسیں اٹھنے لگیں تھیں۔

وہ زمین پر بے سدھ ہوکے گر گئی۔

آسمان کی سمت مرکوز نگاہوں میں لیفٹیننٹ رشی کا عکس تھا۔

"آئی مس یو لیفٹیننٹ رشیکا۔ "

نیلم کی آنکھوں سے موتی ٹوٹنے لگے تھے۔

وہ خود کو گھسیٹتی زمین پر چلتی آبادی کی سمت جانے لگی۔

❤❤❤

"مما مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ "

عاصم سنجیدگی سے بولا اور ان کے مقابل صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بولو۔ "

مارکیٹ میں چاچو کے تیس فیصد شیرز تھے، آپ نے یہ بات کیوں "

"چھپائی مجھ سے۔

عاصمانکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہ شیرز ہماری پراپرٹی سے بنائے تھے۔ "

حائقہ ہکلا کے بولیں۔

آپ جانتیں تھیں، میں منہا سے بے حد محبت کرتا تھا، آپ نے اس پر "

الزام لگوایے صرف میرے دل سے نکالنے کے لیے ۔۔۔کیوں مما"۔عاصم

کی آنکھوں میں پانی اترنے لگا۔

میں کیوں کروں گی ایسا، اسکا معاشقہ چل رہا تھا اشعر سے۔"۔حائقہ بیگم "

گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولیں۔

مماپلیز۔۔۔اب تو جھوٹ مت بولیں۔۔۔اشعر نے مجھے سب سچ بتایا "

"ہے۔

عاصم آنکھیں میچتے سختی سے بولا۔

آپ نے اشعر کو منہا کے کمرے میں بھیجا تھا سونے کے لیے، آپ کو "

پتہ تھا وہ منہا سے محبت کرتا ہے، آپ کو یہ بھی پتہ تھا، منہا بیمار تھی اور

"دواؤں کے زیر اثر تھی۔

عاصم دھاڑا۔

ندا اور ہدا حیرت سے ماں کو دیکھنے لگیں۔

حائقہ نے سر جھکالیا۔

"مما آپ نے اس کے کردار پر الزام لگائے، اسے گھر سے نکلوایا۔۔۔مجھے افسوس ہے کہ آپ نے یہ سب میرے ہاتھوں کروایا۔"

عاصم روتے ہوئے دھاڑا۔

"آپ نے انہیں میری زندگی سے نکالنے کا ہر داؤ کھیلا۔"

عاصم گرنے کے انداز میں بیٹھا۔

"آپ نے انہیں مجھ سے دور کر دیا، مجھے میری ہی نظروں میں مجرم بنادیا۔"۔وہ سر ہاتھوں میں گرائے ہارا ہوا جواری لگ رہا تھا۔

"میں اس دن کے بعد ایک پل بھی سکون سے نہیں جی پایا۔"

عاصم احساس زیاں کی شدت سے زاروقطار رو رہا تھا۔

"مما آپ نے ان سے دشمنی نہیں نبھائی مجھ سے دشمنی نبھائی ہے، میرا سکون غارت کیا ہے۔"

وہ دکھ سے چلایا۔

"میں یہ سمجھ کر بے سکونی کی آگ میں جھلستا رہا کہ میری منہا نے بے وفائی کی، اور اب۔۔۔۔

وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اور اب یہ آگہی کا عذاب میرے بچے کُچے سکون کو نگل جائے گا۔ "

وہ رو رہا تھا۔

،عشق میں ہارے ہوئے لوگ جب روتے ہیں تو ٹوٹ کر بلک کر روتے ہیں

،غبار دل عزت نفس کی پرواہ نہیں رہنے دیتا، عاشق بکھر جاتا ہے، ٹوٹ کر

تنکا تنکا ہو کر۔۔۔۔

آپ نے میری راتوں کی نیندیں اپنی چالوں کی نظر کردیں، میرا سکون "

"برباد کر دیا۔

وہ بلک رہا تھا، حائقہ سر جھکائے مجرموں کی مانند بیٹھیں تھیں۔

"وہ اب میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔"

وہ انکے قدموں میں جا بیٹھا۔

"مما کیوں کیا ایسا۔۔۔؟؟ "

وہ سراپا سوال تھا۔

"کیوں اپنے ہی بیٹے کی خوشیاں جلا کے راکھ کر دیں۔ "

وہ ان کے گھٹنوں پر سر رکھے بلک رہا تھا۔

"مجھے معاف کردو بیٹا۔ "

حائقہ کے کانپتے لبوں میں جنبش ہوئی۔

عاصم روتا رہا، حائقہ احساس شرمندگی سے گھری اپنی لخت جگر کو بلکتا دیکھتی رہی۔

انہیں وہ وقت یاد آیا جب انہوں نے چال چلی تھی۔

"اشعر کیا ہوا۔۔۔سوئے نہیں ابھی تک۔ "

حائقہ نے پوچھا۔

"سونے جا رہا ہوں بس۔ "

اشعر نے مسکرا کر کہا۔

"ایسا کرو منہا کے کمرے میں سو جاؤ، اسے کسی چیز کی ضرورت نا ہو ،زرینہ کو آرام کی ضرورت ہے، وہ بھی بیمار نا پڑ جائے۔"

حائقہ فکر مندی سے بولی۔

"یہ تو ہے پر منہا خفا ہو گی۔ "

اشعر نے کہا۔

"کچھ نہیں ہوتا، میں سمجھادوں گی۔ "

حائقہ اسے خود منہا کے کمرے میں چھوڑ آئیں۔

اشعر جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

زرینہ کو ان کے کمرے میں بھیج دیا۔

"مما پانی۔ "

منہا کے لبوں میں جنبش ہوئی تو اشعر نے اسے پانی پلایا، بخار کی شدت سے آنکیں نہیں کھول پا رہی تھی۔

"میرا سر دکھ رہا ہے مما۔ "

وہ لیٹتے ہوئے بڑبڑائی۔

اشعر دوسری جانب آ کے اس کا سر دبانے لگا۔

کب نیند نے اسے جکڑ کر ہوش وخرد سے بیگانہ کیا اسے پہ ہی نا چلا۔

صبح اسکی آنکھ شور سے کھلی تو حائقہ کے رنگ دیکھ وہ گنگ ہو گیا۔

عاصم کی ہچکیوں سے وہ خود بھی رودیں۔

❤❤❤

"سر لیفٹیننٹ رشیکا از نو مور ود اس "

نیلم ڈیوٹی جوائن کرتے ہوئے بولی۔

میجر حارب نے سر ہلایا اور اسے واپس بھیج دیا۔

کچھ سوچتے ہوئے میجر ارمان کا نمبر ڈائل کیا۔

میجر ارمان کا نمبر بند جا رہا تھا۔

میجر حارب نے کرنل سر کو اطلاع دی اور مشن کے کلوز دیکھنے لگے اس مشن کو کرنل سر اور میجر ارمان لیڈ کر رہے تھے۔

میجر ارمان مشن پر تھے، جب انہیں خبر ملی کے برازیلین رونالڈ جس کے ساتھ کام کر رہا تھا اسکا کلو مل گیا ہے اور ادھر ایجینٹ کو بھیج دیا گیا۔

پاکستانی آفیسرز برازیل س اسرائیل اوربھارت تک پھیل گیے تھے۔

ہتھیاروں کی غیر قانونی تزکری اور استعمال رک گیا تھا۔

کیپٹن عاصم کو بلوچستان بھیج دیا جہاں ہتھیاروں کا استعمال ہو رہا تھا۔

کرنل سر اور میجر حارب نے بیک پر ہوتے ہر کام بہت احسن طریوے سے سنبھالا ہوا تھا۔

ہر آفیسر کی رپورٹ اور سیکرٹس کو استعمال کرتے وہ ان لوگوں کے بہت قریب آگیے تھے۔

"ایجینٹ کیا رپورٹ ہے۔ "

کرنل سر برازیل میں موجود ایجینٹ سے مخاطب ہوئے۔

"ایجینٹ 37 رپورٹڈ سر۔۔۔وہ لوگ ایران کے لیے نکل رہے ہیں۔ "

اینجینٹ 37 نے اطلاع دی۔

"فالو دیم۔ "

آرڈر کیا گیا۔

"سر میجر کیٹ پر حملہ بھی انہی لوگوں نے کروایا ہے۔ "

اینجیٹ نے مزید کہا۔

"اوکے۔ "

رابطہ منقطع ہو گیا۔

سر میجر ارمان نے ان گینگسٹر کی پک بھیجی ہیں۔ "

میجر حاب نے کہا۔ "

"مطلب کنفرم ہے اس اب کے پیچھے یہی ہے۔ "

کرنل سر نے کہا اور پک فارورڈ کی۔

"یہ پاکستانی ہے۔"

میجر حارب نے بتایا۔

کرنل سر نے افسوس سے سر ہلایا۔

کچھ اس دھرتی کے امن کے لیے جان کے نذرانے دے رہے ہیں اور "

"کچھ جانیں لے رہے ہیں۔

وہ شدید افسردہ ہوئے۔

کرنل صاحب نے اگلا لائحہ عمل ڈسکس کیا اور مشن سے جڑے ایجینٹس کے دستے کو کمانڈز دے دیں۔

میجر کیٹ کو یاد آ نے لگا تھا، گولیوں کی آواز، یونیفارم دیکھ وہ سب سمجھنے لگیں تھیں۔

"میجر کیٹ ناؤ جوائن دا مشن۔ "

کرنل سر نے کہا تو میجر کیٹ نے مشن ایکسیپٹ کر لیا۔

"میجر آپ کو بس دس منٹ کے لیے گھوم کے آنا ہے۔ "

کرنل سر نے کہا۔

میجر کیٹ نے تیاری کی اور اسی جگہ پر جا کھڑی ہوئیں جہاں سے انہیں گولیاں لگیں تھیں۔

میجر حارب اور کرنل سر اس علاقے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

کرنل سر کے آرڈر پر وہ واپس آگئی۔

❤❤❤

لنچ کے بعد شاہنواز اسے بک کے گیے روم میں لے گیے۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو مائی لو۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ "

گنگناتے ہوئے اسے کمرے میں لے گیا۔

کمرہ ریڈ روزز سے سجا ہوا تھا اور وسط میں ریڑ ہارٹ ویلوٹ کیک رکھا تھا۔

زیب حیرت سے گنگ رہ گئی۔

"تھینک یو سو مچ شاہ۔ "

وہ بہت خوش لگ رہی تھی۔

"نو تھینکس۔۔۔اٹس آل فار یور ہیپی نیس۔ "

شاہنواز مسکرایا۔

زیب نے کیک کاٹا اور ایک یادگار سالگرہ منائی۔

"ایک خوشخبری ہے۔ "

شاہ کیک کی بائی ٹ اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"کیا۔ "

زین نے سوالیہ انداز میں ابرو اٹھائے۔

" بابا نے آرمی چھوڑنے سے منع کردیا ہے، وہ میرے ساتھ جانے پر مان گیے۔"

شاہنواز اسے کیک کھلاتے ہوئے بولا۔

"واقع خوشی کی بات ہے۔ "

زیب کیک اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

" یہ تمہارا گفٹ، تمہیں پسند آئے یا نا لیکن میں نے بہت محبت سے خریدا ہے۔"

شاہنواز نے ایک چین لاکٹ اسکی طرف بڑھایا۔

"آپ کا ہر تحفہ مجھے دل و جان سے قبول ہے شاہ۔ "

زیب لاکٹ دیکھتے ہوئے بولی۔

محبت نے انہیں استہزایہ انداز میں دیکھا، جب محبت بازی پلٹنے پر آجائے تو وعدے دھرے رہ جاتے ہیں۔

محبت کی شدت نے انہیں مدہوش کیااور وہ اخلاقی حدود پھلانگتے چلے گیے۔
جب ہوش نے انہیں غلط ہونے کا اُحساس دلایا تو ایک دوسرے سے نظریں نہیں ملا پارہے تھے۔

"میں اس غلطی کو سدھار دوں گا۔ "

وہ زیب کی آنکھوں سے آنسو چنتے ہوئے بولا۔

زیب بنا کچھ بولے اسکے کندھے پر سر رکھ گ ئی۔

عاصم پیکنگ کر رہا تھا جب حائقہ اسکے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"مجھے معاف کردو عاصم۔ "

وہ روتے ہوئے بولیں۔

عاصم بنا کچھ بولے پیکنگ کرتا رہا۔

"خفاہوکر مت جاؤ بیٹا، میں مر جاؤں گی۔ "

حائقہ بیگم نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ماں میں کسی سے خفا نہیں ہوں، مجھے ارجنٹ واپسی کے آرڈر ملے ہیں، مشن پر جانا ہے۔"

عاصم نے سنجیدگی سے ان کے جڑے ہاتھ نیچے کیے۔

"دعا کریے گا، مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔ "

وہ ان کے گلے لگتے ہوئے بولا۔

حائقہ کی بند آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

پیکنگ مکمل کی اور وہ سب سے مل کر گھر سے نکل گیا۔

"سر ساری انفو کُلیکٹ کر لی گ ئی ہے۔ "

میجر ارمان نے کہا۔

"اوکے بھیج دو۔"

کرنل سر نے کہا۔

"سر میرا کام ختم ہے۔ "

میجر ارمان نے کہا۔

کرنل سر نے اسے ن ئی کمانڈ دی اور وہ اسرائیل سے نکل آیا۔ "

اس کا رخ بلوچستان کی طرف تھا جہاں میجر حارب پچیس فوجی دستے کی قیادت کر رہے تھے۔

بلوچستان کی ہر حساس جگہ پر فوجی مختلف بھیسوں میں موجود تھے۔

آپریشن شروع ہوگیا تھا، میجر ارمان اور میجر حارب کی قیادت میں مشکوک جگہ پر گھیروائو کر لیا تھا۔

آہستہ آہستہ فوجی اندر اترنے لگے تھے۔

پورا علاقہ فورسز کے گھیرے میں تھا۔

مقامی پولیس بھی انکے ساتھ تھی۔

اچانک فائرنگ شروع ہوگئی۔

آرمی آفیسرز دلجمعی سے انکا مقابلہ کر رہے تھے۔

اسلحے کی تزکری روکنے کے لیے گاؤں خالی کروا دیا گیا۔

جہاں فوج کا قبضہ ہو گیا تھا۔

"سر میجر زندہ ہے۔"

اس آدمی نے اطلاع دی۔

"اڑا دو اسے۔۔۔اب کی بار زندہ بچی تو تم زندہ نہیں رہوگے۔"

اس نے چبا کے کر کہا۔

دوسری جانب موجود آدمی لرز گیا۔

"میں نے کہا تو مجھے سونپ دو۔"

شیوی سگریٹ کا کش لگا کر بولا۔

"تم کام پر فوکس کرو۔"

اس نے لتاڑ دیا۔

وہ ایران کی سر زمین پر تھے۔

"سر ٹھیک کل دوپہر ایران کے دارلحکومت تہران اور مشہور سیاحتی شہر تبریز کے گنجان آباد علاقوں میں خود کش دھماکے ہونگے۔"

ایجینٹ 37 نے اطلاع دی۔

"آپ بہت اچھا ورک کر رہی ہیں ایجینٹ۔"

کرنل سر نے تعریف کی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

پاکستان چیف نے ملینز آف گنز کمپنی کے تمام غیر قانونی ثبوت نا صرف یو این او میں جمع کروا دیے گیے بلکہ کمپنی سیل کرنے کی اپیل بھی کر دی گ‌ئی۔

بلوچستان آپریشن پورے زور و شور سے جاری تھا، پاک آرمی کے دو جوان شہید ہوچکے تھے۔

آدھے سے زیادہ دہشتگرد نا صرف مارے گیے تھے بلکہ اسلحہ بھی محفوظ کر لیا گیا تھا۔

زیب اور شاہنواز دونوں اپنی اپنی ڈیوٹی پر واپس چلے گیے۔

انہیں ڈیوٹی جوائن کیے تین ہفتے ہو چکے تھے۔

کیپٹن شاہنواز اب بھی اس سے رابطے میں تھے۔

"لیفٹیننٹ زیب آپکی طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

اسکی روم میٹ نے کہا۔

"ہاں شاید فوڈ پوائزن ہو گیا ہے۔ "

زیب بیڈ پر بیٹھی۔

"تمہیں میڈیسن لے لینی چاہیے۔ "

روم میٹ نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

آرمی آفیسرز کے مکمل چیک اپ ہو رہے تھے۔

لیفٹیننٹ زیب نے بھی چیک اپ کروایا اور واپس آگئی۔

وہ میڈیسن لے کر ریسٹ کرنے کی غرض سے لیٹی تھی جب میجر کے بلاوے پر ناچار اٹھی اور تیار ہونے چل دی۔

یونیفارم پہنے وہ ہاسٹل سے نکلی اور میٹینگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"اسلام وعلیکم لیفٹیننٹ زیب النسا سر۔ "

سیلوٹ کیے وہ کمانڈ کی منتظر تھی۔

میٹنگ روم میں دو ڈاکٹرز اور دو سینیر میجرز بیٹھے تھے۔

"آر یو میرڈ لیفٹیننٹ۔۔۔؟ "

میجر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نو سر۔ "

زیب النسا کا دل مٹھی میں آ گیا تھا۔

"دین وائے آر یو پریگنینٹ۔۔؟ "

میجر کی آنکھوں میں سوال دیکھ اسکی آنکھیں جھک گ ئی یں۔

"یو آر ریسٹیکیٹڈ فرام آرمی۔ "

میجر نے اس کے سامنے ریزینیشن لیٹر رکھا۔

زیب النسا نے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ سائن کیے اور بے انتہا تزلیل و شرمندگی محسوس کیے آفس سے نکل آئی۔

روم میں پیکنگ کرتے وہ مسلسل رو رہی تھی۔

"مجھے آرمی سے نکال دیا، جسٹ بی کاز ایم پریگنینٹ۔ "

زیب شاہنواز پر پھٹ پڑی۔

ایم سوری۔۔۔یہ سب میری وجہ سے ہوا۔۔پلیز میرا نام مت لینا۔۔۔ورنہ مجھے بھی نکال دیا جائے گا، پلیز زیب ہماری محبت کی قسم ہے تمہیں۔"

شاہنواز بولا۔

زیب بیگ لیے وہاں سے نکلی اور روتے ہوئے گھر پہنچی۔

"کیا ہوا زیبو۔ "

ہادیہ اسے دیلھ سخت پریشان ہوئی۔

زیب ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے روئی۔

"ماما مجھے معاف کر دیں۔ "

وہ بلکتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا ہے۔؟؟۔۔مجھے بتاؤ۔ "

وہ پریشان ہو گ ئی یں۔

زیب روتے ہوئے ساری حصیقت ان کے گوش گزار گ ئی۔

"زیب۔۔۔۔ "

ہادیہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گ ئی یں اور دھڑام سے پیچھے جا گریں۔

"مما۔ "

زیب چلائی ی۔

"مما پلیز اٹھیں۔ "

زیب چیختے ہوئے انہیں جھنجھوڑنے لگی۔

وہ انہیں بمشکل گاڑی تک لے آئی، گاڑی میں ڈالا اور انہیں ہاسپٹل لے گ ئی۔

انہیں ایمرجمسی میں ایڈمٹ کر لیا گیا۔

زیب ایمرجنسی کے باہر بیٹھی مسلسل روتے ہوئے اپنے گناہ کی معافی طلب کر رہی تھی، جو اس کی دنیا میں دو طوفان لے آیا تھا۔

"شاہ۔۔۔مما ہاسپٹل میں ہیں۔ "

وہ روتے ہوئے شاہنواز کو کال کر کے بتانے لگی۔

"حوصلہ رکھو زیب۔ "

شاہنواز نے کہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کے دو دی۔

"میری زندگی الٹ کر رہ گ ئی ہے شاہ، کیسے حوصلہ رکھوں۔ "

وہ بلکتے ہوئے بولی۔

"میں ابھی نہیں آ سکتا زیب۔ "

شاہنواز معزرت خواہ لہجے میں بولا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

"شاہ۔ "

زیب نے پکارا پر لائن کٹ گ ئی تھی۔

❤❤❤

"سر وہ لڑکی روز وہیں آتی ہے پر میں اسے مار نہیں پاتا۔"

اس آدمی نے معزرت کرلی۔

"دفع ہو جاؤ۔۔۔ "

اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔

"میں اس لڑکی کو اڑا دوں۔ "

شیوی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اگر زندہ بچی تو تم نہیں رہو گے۔ ''

اسنے سختی سے کہا۔

''ڈن۔ ''

شیوی نے چیلنج ایکسیپٹ لکیا۔

اینجینٹ 37 نے اپنے کان سے ہاتھ ہٹایا اور کرنل سر کو انفارم کر دیا۔

ان کا رخ اپنے آفس کی جانب تھا اور اینجینٹ 37 فاصلہ رکھتے ان کے پیچھے تھی۔

شیوی نے سامان باندھا اور نقلی آئی ڈی سے پاکستان پہنچ گیا۔

''سر ان میں سے ایک میجر کیٹ کو مارنے کے لیے پاکستان آرہا ہے۔ ''

ایجینٹ 37 نے کہا اور اس آدمی کی دور سے لی گئی تصویر فارورڈ کر دی۔

❤❤❤

دروازہ بجائے وہ دروازہ کھلنے کی منتظر تھی۔

''بھابی آپ۔ ''

زرینہ دروازہ کھول کر حیران ہوئی ی۔

حائقہ اسکے گلے لگ گئی۔

زرینہ بیگم بنا کسی کدورت کو بیچ میں لائے انہیں خوشدلی سے اندر لے آئیں۔

New Era Magazine

منہا باہر آئی تو حائقہ کو دیکھ تیوری چڑھائی۔

"مما میری پیکنگ مکمل ہے، عمیر کو کہیں مجھے ڈراپ کر آئے۔ "

حائقہ کو نظر انداز کیے وہ زرینہ سے مخاطب ہوئی۔

"تائی جان سے ملو۔ "

زرینہ نے گھوری سے نوازا۔

"آپ ہی ملیں۔"

منہا واپس اندر چلی گئی۔

مجھے معاف کردو زرینہ، میں نے بہت زیادتی کر دی تم لوگوں کے "

ساتھ۔"

حائقہ نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔

"کیسی باتیں کر رہیں ہیں بھابھی۔ "

زرینہ نے انکے ہاتھ پکڑکر نیچے کیے۔

"مجھے منہا واپس دے دو عاصم کے لیے۔ "

حائقہ جھٹ سے بول پڑی۔

"بھابھی۔۔۔۔ "

زرینہ بیگم ہچکچائیں۔

"منہا نہیں مانے گی اب۔ "

زرینہ بیگم نے کہا۔

"یہ آپ پر منحصر ہے زرینہ۔ "

حائقہ نے آنسو صاف کیے۔

"میرے بچے کی خوشی کا سوال ہے۔ "

وہ پھر سے آبدیدہ ہونے لگیں۔

"یہ بھائی صاحب کا بھی فیصلہ تھا، ہماری خوشی نا سہی انکا بھرم رکھ لو۔ "

حائقہ نے کہا تو زرینہ چپ ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ چلیں گئیں۔

"اللہ حافظ مما۔ "

منہا انکے گلے لگی۔

اللہ تمہیں حفظ و امان میں رکھیں، میری آخری خواہش کے لیے دل "

"مطمئن کر کے آنا بیٹا، میں انتظار کروں گی۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"میں اسے دل سے نکال چکیں ہوں مما۔ "

منہا نے نظریں جھکائے کہا۔

ماں کی خوشی کے لیے ایک دفعہ دل کو ٹھول لو، پہلی محبت بھولتی نہیں "

"ہے۔

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

منہا بنا کوئی ی جواب دیے نکل گ ئی۔

ایک ہفتے کے آپریشن کے بعد آرمی آفیسرز کامیاب لوٹے، اس علاقے میں پہنچایا گیا اسلحہ انکے قبضے میں تھا۔

ان کے چہرے فتح کی خوشی سے دمک رہے تھے۔

"میجر حارب رشیکا کو ریکور کر لیا آپ نے۔؟"

میجر ارمان نے واپسی پر پوچھا۔

"سر شی از نو مور۔"

میجر حارب نے ہموار لہجے میں کہا۔

ارمان نے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔

جدائی ی ، درد ، کرب اور ازیت کا ایک طوفان چل پڑا تھا۔

اسے سنبھلنے میں وقت لگا۔

میجر حارب کو سخت افسوس ہوا۔

"انکی ڈیڈ باڈی بھی ریکوور نہیں کر پائے، وہ پانی میں ڈوب گ ئی یں تھیں۔"

میجر حارب نے اسکی آنکھوں میں عودتے سوال کا جواب دیا۔

"دیکھنا ایک دن میجر بنوں گی ان شااللہ۔ "

رشی کا پر یقین لہجہ کھنکتی آواز، اور شرارتی لہجہ اسے شدت سے یاد آیا۔

"آرمی بہت ٹف ہے ارمان۔ "

رشی کی بسورتی شکل اسکی آنکھوں موتیوں کو جگہ دینے لگی۔

میجر ارمان خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا، پر اسے سنبھالنا تھا، اپنے وطن کے لیے۔

ایک گہری سانس خارج کیے اس نے خود کو کمپوز کیا اور نارمل ہونے کی کوشش کی۔

ہاسپٹل میں اسکے رونے کی آواز گونج رہی تھی۔

"مما پلیز اٹھ جائیں۔ "

زیب چلائی۔

ہر آنکھ اشکبار گی سے اسے تکے جا رہی تھی۔

"مما ایم سوری۔ "

وہ بلکتے ہوئے ان کے پیروں میں بیٹھ گئی۔

ہاسپٹل سے ایمبولینس اسے گھر چھوڑ گئی۔

وہ روتے بلکتے ماں کو رخصت کر بیٹھی۔

اسکے گرد لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔

اسکے ددھیال اور ننھیال سے بہت لوگ آئے تھے، جو اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔

قل خانی ہوئی اور آہستہ آہستہ سب رخصت ہونے لگے۔

اسکی تائی اسکے پاس رک گئی۔

"میرا زمان تمہارا بہت خیال رکھے گا۔ "

وہ اسے دن میں دس بار یہ بات سناتیں۔

وہ چپ چاپ گونگی بہری بنے سب سنتی رہتی۔

شاہ کی کال آئے چھ دن ہو گیے تھے۔

اس نے خود نمبر ڈائل کیا اور کال کی۔

"ہاں زیب کیسی ہو۔ "

شاہنواز کی خوشگوار آواز گونجی۔

"نہت اکیلی بہت تنہا ہو گئی ہوں، مما مجھے چھوڑ گئی ہیں۔ "

وہ بلکتے ہوئے بولی۔

"اوہ نو۔۔۔۔ "

شاہنواز افسردہ لہجے میں بولا۔

"کس سے بات کر رہی ہو۔ "

تائی جان اچانک وارد ہو گئیں۔

"شاہنواز ہے میرا کولیگ۔ "

زیب نے گھبراتے ہوئے بات سنبھالی۔

"آج کے بعد یہ سب بند کرو۔۔۔زمان کو بلکل پسند نہیں۔ "

وہ بے تکی دھونس جماتے ہوئے اسکا موبائل لے گئیں۔

شدید پریشانی اور تنہائی کے صدمے سے وہ بے ہوش ہو گئی۔

تائی جان دوبارہ آئیں تو اسے بے ہوش پا کر ڈاکٹر کے پاس لے آئیں۔

"شی از پریگنینٹ، ویکنیس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئیں تھیں۔ "

ڈاکٹر کے الفاظ پر وہ غصے سے زیب کی طرف دیکھنے لگیں۔

"کس کا بچہ ہے۔۔۔غضب خدا کا میں کتنی معصوم سمجھتی تھی۔ "

تائی جان نے گھرّتے تماشہ لگا دیا۔

اسکے ننھیال ددھیال میں خبر آگ ک طرح پھیلا دی۔

ہر اٹھتی نظر اسکی روح کو گھائل کرتی جا رہی تھی۔

گلی محلہ رشتے دار سب اسکی جان کو آگیے، باتوں طعنوں طشنوں سے زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی تو اس نے ایک رات چپکے سے اس گھر کو تالا لگایا اور ماں کے دیے گیے گھر میں چلی آئی۔

ہوٹل کے الیکٹریکل روم میں گ ئی اور ایک دو تاریں آپس میں جوڑ کے نکل آئی ی۔

رات کی سیاہی میں چمکے ہوٹل کے اندر تاروں کا اشارٹ سرکٹ ہوا اور ہوٹل اندھیرے میں ڈوب گیا۔

ہر طرف بھگدڑ مچ گ ئی

ایجینٹ 37 اس گینگسٹر کے کمرے تک پہنچ گ ئی۔

اسکی غیر موجودگی میں لیپ ٹاپ سے ڈیوائی س کنیکٹ کی پاسورڈ خود بخود ہٹ گیا اور سارا ڈیٹا دس سیکینڈز میں کاپی ہو گیا۔

وہ کمرے سے نکلی اور کھڑکی سے چھلانگتی زمین پر کود گ ئی۔

بھگدڑ میں گم ہوتی وہ محفوظ جگہ پر پہنچی۔

لیپ ٹاپ کھول کے ڈیوائی س کنیکٹ کی اور ڈیٹا دیکھنے لگی۔

وائے فائے آن کیے اس نے مطلوبہ سیٹنگ کی اور ہر فائی ل کھلتی چلی گ ئی۔

ایک ایکسٹرا سیکیور فولڈر میں موجود تصاویر دیکھ گنگ رہ گ ئی۔

میجر کیٹ ، گینگسٹر اور ایک انتہائی خوبصورت عورت ایک ساتھ مسکرا رہے تھے۔

میجر ارمان کی بھی ک ئی تصاویر تھیں۔

لیفٹیننٹ رشیکا النسا کا پورا ڈیٹا محفوظ تھا۔

اینجینٹ 37 نے مزید فولڈر کھولے، خوبصورت بھورے بالوں کی حامل عورت کی کافی تصاویر موجود تھیں، جس پر مام آئی ی مس یو لکھا گیا تھا۔ کچھ آرمی یونیفارم میں ملبوس تصاویر دیکھ اسے حیرت ہوئی ی۔

(جاری ہے)

Next Episode will be posted soon on new era magazine

نوٹ

محبت فرض ہے تم پہ کیا پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine